تفسیر ملتقط

ڈاکٹر سالم قدوائی

مصنف کا نام سید محمد حسنی (۱) اور گیسو دراز لقب تھا۔ ۷۲۱ھ میں پیدا ہوئے (۲)۔۔۔ والد کا نام سید یوسف حسنی اور عرف سید راجا تھا والدہ کا نام بی بی رانی تھا۔ بندہ نواز گیسو دراز کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ دہلی میں پیدا ہوئے، لیکن جب ۷۲۸ھ میں سلطان تغلق نے تمام دہلی والوں کو دولت آباد جانے کا حکم دیا تو ان کے والد صاحب مع اپنے خاندان کے دولت آباد چلے گئے۔ (۳)۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی تربیت ان کے ماموں سید محمد ابراہیم نے کی۔ کم عمری ہی میں علوم متداولہ سے فارغ ہو گئے۔ یہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (۴)۔ (متوفی ۷۵۷ھ) سے بہت متاثر تھے اور ان کی بیعت میں بھی تھے۔

انکے لقب گیسو دراز کے متعلق کئی روایتیں ملتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک بار اپنے پیر حضرت نصیر الدین سے ملنے گئے وہ بالا خانے پر تھے۔ خادم سے کہا کہ سید محمد کو بلا لاؤ۔ اتفاق سے اس وقت سید محمد نام کے کئی لوگ موجود تھے۔ خادم نے واپس آکر دریافت کیا کہ کس سید محمد کو؟ آپ نے فرمایا گیسو دراز کو۔ اسی طرح یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز سید محمد اپنے پیر کی پالکی اٹھا کر چل رہے تھے۔ ان کے بال لمبے ہونے کی وجہ سے پالکی کے پائے میں الجھ گئے مگر یہ احتراماً کچھ نہ بولے۔ جب حضرت نصیر الدین کو خبر ہوئی تو ان سے متاثر ہوئے اور یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد (۵)

حضرت گیسو دراز کی بزرگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سمنانی (۶) (متوفی ۸۷۱ھ) جیسے بزرگ ان کے بڑے معتقد تھے اور ان سے ملنے کے مشتاق رہتے تھے۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں بہت تفصیل سے حضرت گیسو دراز کے حالات لکھے ہیں اور علمی کمالات بیان کیے ہیں۔ ان سے پہلے چشتیہ سلسلے کے بزرگوں نے تصنیف و تالیف کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی تھی۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس جانب توجہ کی اور بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف کیے۔ تفسیر و حدیث، فقہ و اصول اور ادب میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان کو عربی، فارسی اور قدیم اردو تینوں زبانوں میں مہارت تھی۔ ان کی تصانیف کی مجموعی

تعداد ایک سو پانچ بیان کی جاتی ہے۔ ان میں سے بہت سی کتابیں اب نہیں ملتی ہیں (۷)۔

حضرت گیسو دراز کو اسلامی علوم اور مذہب کو سب تک پہنچانے اور ہر ایک کی نظروں میں اسے برتر ثابت کرنے کی فکر رہتی تھی۔ آپ کی اکثر تصانیف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسی اصول کے پیش نظر لکھی گئی تھیں۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت چراغ دہلوی سے کہا کہ مجھے علوم ظاہری میں اب کافی مہارت ہو گئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو علوم باطنی کی طرف توجہ کروں؟ لیکن انہوں نے گیسو دراز کو محض علمی کاموں میں لگے رہنے کی تاکید کی (۸)۔ ان کی تصانیف کے متعلق ایک بات اور بھی کہی جاتی ہے کہ وہ خود ان کو نہیں لکھتے تھے، بلکہ وہ بولا کرتے تھے اور کاتب لکھ لیتے تھے۔ کسی کتاب کو لکھوانے کے بعد نہ خود دوبارہ دیکھتے اور نہ پڑھوا کر سنتے تھے۔ ان کے بہت سے فارسی اشعار بھی ملتے ہیں۔ تخلص کے طور پر اپنے نام ولقب کے جس حصے کو مناسب سمجھتے تھے استعمال کرتے تھے۔ طرز فکر اور انداز بیان کے اعتبار سے یہ اشعار انہی مضامین پر مبنی ہوتے تھے جنہیں آپ اپنے مشن کے طور پر عوام میں پھیلانا چاہتے تھے۔ ۸۲۸ھ میں ان کی وفات گلبرگہ میں ہوئی وہیں ان کی قبر ہے۔ (۹)

سید محمد گیسو دراز کی تفسیر کا ذکر ان کے تذکروں میں تو عام طور پر مل جاتا ہے، لیکن کتاب کے موجود ہونے کی طرف کسی نے بھی اشارہ نہیں کیا ہے۔ (۱۰)۔ مجھے اس تفسیر کا پہلا حصہ جس کے شروع کے کچھ اوراق غائب ہیں۔ لکھنؤ کے ناصریہ کتب خانے میں مل گیا ہے۔ (۱۱)۔ اس کے علاوہ کسی اور نسخے کا پتہ یہاں کے اور کتب خانوں میں نہیں چلتا ہے، البتہ انڈیا آفس لائبریری میں اس کے دو نسخے اول اور ایک نصف آخر موجود ہیں جن کا ذکر آٹو لوتھ (-ot to loth) نے انڈیا آفس کی فہرست مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں کیا ہے، مگر وہ بھی پورے یقین کے ساتھ اس کو سید گیسو دراز کی تصنیف نہیں کہتے ہیں۔ اس فہرست کے مطابق مخطوطہ نمبر ۱۱۰۔ ۱۰۹ اور نمبر ۱۱۱ غالباً تفسیر ملتقط کے اجزاء ہیں۔

مخطوطہ نمبر ۱۰۹ کے نہ تو مصنف کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی کتاب کا صحیح نام معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں یہ عبارت درج ہے:

"تمت تمام شد ہذا الکتاب الحقائق من تفسیر سہاب" (۱۲)

فہرست مرتب کرنے والے کا خیال ہے کہ یہ نام اصل نہیں، بلکہ اندر کی عبارت ہی سے ماخوذ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ تفسیر عام طور سے تین عنوانات کے تحت بیان کی گئی ہے:

(۱) حقائق (۲) لطائف (۳) الملتقط

اس میں شروع کے چند اوراق کٹے پھٹے اور غائب ہیں۔ اس کی ابتدا یوں ہے:

" الادراك و حكى عن الشبلى انه قال"۔ اس میں اٹھارویں سورۃ تک کی تفسیر ہے۔

دوسرا مخطوطہ نمبر ۱۱۰ بھی اس تفسیر کی نقل ہے، لیکن پہلے مخطوطہ سے زیادہ خراب حال میں ہے۔ شروع اور آخر کے اوراق بھی کافی کم ہیں۔ اس کے ابتدائی حروف ہیں " يَدعُونَ رَبَّهُمْ بَالغَدَاة" اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا

ہے "ان المرء سیبلغ علی "(چودھویں سورۃ کی ابتداتک)اس کے آخر میں اجزائے تفسیر ملتقط لکھا ہے۔

تیسرا مخطوطہ نمبر ۱۱۱اس تفسیر کا دوسرا حصہ ہے اور انیسویں سورۃ سے شروع ہوتا ہے۔اس میں بیچ کا کچھ حصہ غائب ہے۔اس کے آخر کی عبارت یہ ہے :

"تفسیر ملتقط نصف آخر تصنیف سید محمد حسنی گیسودرازؒ(۱۳)"

اس کا اندازہ بھی پہلے اور دوسرے مخطوطہ کا سا ہے۔یہاں بھی فہرست کے مرتب کنندہ کو شبہہ ہے کہ کتاب کا اصل اور صحیح نام کیا ہے ؟۔

مجھے اس تفسیر کا پہلا حصہ جو ناصریہ کتب خانہ لکھنؤ میں ملا ہے۔اسے اور اس فہرست کو دیکھنے کے بعد یقین ہے کہ یہ سب سید گیسودراز کی تفسیر ہی کے اجزاء ہیں۔کتب خانۂ ناصریہ میں جو نسخہ ہے اس کے پہلے صفحے پر دو مہریں ہیں۔پہلی 'الملک للہ'، اور دوسری 'حامد حسین'۔شروع کے کچھ صفحات غائب ہیں۔عبارت 'فقال ربّ ارنی'(سورۃ بقرہ کے خاتمے سے ذرا پہلے) سے شروع ہوتی ہے اور اٹھارویں سورۃ (یعنی سورۃ کہف) کی آیت قُل لَو کَانَ البَحرِ مِدادًا الخ کی تفسیر پر ختم ہوتی ہے۔خاتمے کی عبارت یہ ہے۔

"ثُم بعونَ اللّٰہِ الملکُ الوَھّاب" (سورۃ کہف کا اختتام"

اس کے بعد کاتب کے قلم سے لکھا ہے۔

"تمت المجلد الاول من تفسیر الملتقط تصنیف سید محمد گیسودراز قدس اللہ سرہ العزیز۔"

اس طرح سے یہ نسخہ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر ۱۰۹ سے مل جاتا ہے۔(نمبر ۱۱۰بھی اس کی نامکمل شکل ہے) دونوں ہی اٹھارویں سورۃ تک ہیں۔اس نسخہ کا انداز بیان بھی وہی ہے جو انڈیا آفس والے نسخوں کا ہے، یعنی حقائق، لطائف اور الملتقط کے عنوانوں کے تحت تفسیر بیان کی ہے۔اس میں پہلے تو آیت اور اس کی ضروری تشریح بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد 'الملتقط' کے تحت اس کی مکمل تفسیر ہوتی ہے جس میں الفاظ و معانی پر پوری بحث کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں کہیں کہیں اشعار بھی بطور ثبوت کے پیش کرتے ہیں "لطائف" کے تحت الفاظ یا اس کی تشریح سے متعلق اگر کوئی واقعہ یا قصہ ہوتا ہے تو اسے بیان کرتے ہیں۔

معراج کے سلسلے میں خاص تفصیل سے لکھا ہے لفظ اسریٰ' پر بھی خاصی طویل بحث کی ہے۔لکھتے ہیں :

"اسراء کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ہمارے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ ایک بار جسم و روح کے ساتھ معراج ہوئی اور دوسری بار صرف روح کے ساتھ "(ورق ۹۳ب)

سید محمد گیسودراز ایک زبردست صوفی بزرگ تھے۔اس تفسیر میں بہت سی جگہوں پر ان کا یہ رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

الَمْ تَرَ كَيفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً (١٤)

(ترجمہ) کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال کیسے دی ہے۔

کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا مفہوم حسب ذیل ہے :

اللہ نے ایمان اور معرفت باللہ کی یہ مثال بیان کی ہے۔ جڑ تو ایمان ہے۔ اعمال صالحہ شاخیں ہیں، اخلاق جمیلہ پتے ہیں اور حلاوت طاعت اور لذات خدمت اس کے پھل ہیں، حلاوت عابدین کی بسط عارفین کی لوعۃ ضمیر مریدین کی، انس محبین کی اور قلق و ہیجان مشتاقین کی صفت ہے۔ (ورق ۵۱)

سورۃ الحجر میں لطائف کے تحت ایک جگہ

وَالارضَ مَدَدْنٰا ھٰا والقَینٰا فِیھٰا رَوَاسِیَ (۱۵)

ھم نے زمین کو پھیلادیا ہے اور اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں۔

کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"نفوس عابدین ارض عبادت قلوب عارفین ارض معرفت اور ارواح مشتاقین ارض محبت ہے۔ امید و بیم پہاڑ ہیں۔ کہا جاتا ہے اولیا او تاد ارض ہیں جن کے ذریعہ اللہ مخلوق سے بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ وہ غیاث عالم ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علماء پہاڑ ہیں جن سے شریعت کا قیام وبقا ہے۔ علماء اصول ہیں اصل دین کے اور فقہا نظام شریعت کے قیام کا باعث ہیں" (ورق ۶۱)

ایک اور جگہ پر الملتقط کے تحت صوفیا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں :

"تجلی با تمثیل ایک ایسی ذات کا ظل ہے جس کی نہ کوئی شکل ہے نہ مثل اور ظل شخص کا تابع اور عکس ہے، بلکہ عکس کا عکس ہے پس اے محقق صوفیو، تم فعل ظل کا جو کچھ مشاہدہ کرتے ہو وہ بعینہ فعل اصل ہے" (ورق ۷۵ ب)

وَیَومَ نَبْعَثُ فِی کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیھِم (١٦)

اور قیامت کے دن ھم ہر گروہ کے خلاف ایک گواہ اٹھائیں گے

کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"انبیا علیہم السلام امتوں کے بارے میں گواہی دیں گے کیونکہ وہ اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ سچے ہیں اور مخلوق پر اس سے زیادہ شفیق ہیں جتنا کہ باپ اپنے بیٹے پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ شیخ مریدوں پر اس سے زیادہ مہربان ہوتا ہے جتنا کہ باپ بیٹے پر ہوتا ہے، کیونکہ پدری شفقت خیالی ہے اور نبی کی امت پر اور شیخ کی مرید پر شفقت حقیقی ہے۔ اے شیوخ تم اپنے متبعین پر گواہ ہو" (ورق ۸۳ ب)

اس طرح سے تمام آیات کی تفسیر کے ساتھ ساتھ ضروری باتوں کی توضیح و تشریح بھی کرتے گئے ہیں۔ یہ

صوفیانہ انداز کی تفسیر ہے جس میں سیدھی سادی باتوں کے ساتھ صوفیانہ نکات بھی بیان کیے گئے ہیں جو ایسے لوگوں کے لیے مفید ہیں جنھیں زبان سے دل چسپی اور مسائل سے شغف ہے۔ اس میں تفسیری انداز کم ہے جس کی وجہ سے اس کے مطالعہ سے قرآن مجید کے سمجھنے میں کچھ زیادہ آسانی نہیں ہوگی، البتہ ان کا انداز جس میں انھوں نے تشبیہات استعمال کی ہیں، اچھا ہے اور مفہوم کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔ مختلف علما کے حوالے بھی جا بجا مل جاتے ہیں۔ مثلاً حریری، واسطی اور خازن کی عبارتیں اور اقوال نقل کیے ہیں۔ بہر حال اس نقطۂ نظر سے یہ بہت اہم ہے کہ اس میں ایک عظیم بزرگ کی علمی کاوشوں کا سرمایہ جمع ہے جو اس کی بزرگی کے ساتھ ساتھ اس کی صلاحیتوں اور اعلیٰ ذہنی خوبیوں کا ثبوت ہے۔

حواشی

(۱) تذکرہ اولیائے کرام اور تذکرہ اولیائے پاک و ہند کے مطابق آپ حسینی سید ہیں، حسنی نہیں۔ (ادارہ)

(۲) نزہۃ الخواطر ۳/ ۱۵۲،

(۳) نزہۃ الخواطر ۳/ ۱۵۲،

(۴) اخبار الاخیار ص ۸۰

(۵) اخبار الاخیار ص ۱۳۰

(۶) اخبار الاخیار ص ۱۲۹

(۷) مقدمہ شکار نامہ مرتبہ ڈاکٹر ثمینہ شوکت ص ۵۱

(۸) شکار نامہ مرتبہ ڈاکٹر ثمینہ شوکت ص ۵۱، (۹) نزہۃ ۳/ ۲۵۴

(۱۰) انھوں نے انکشاف کے انداز پر بھی ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی جو چند پاروں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس کے علاوہ کشاف پر حواشی بھی لکھے تھے، مگر ان دونوں عبارتوں کا اب کہیں پتہ نہیں چلتا ہے۔ نزہۃ ۳/ ۱۵۴، (۱۱) مخطوطہ نمبر ۶۶ (تفسیر)

(۱۲) یہ لفظ اسی طرح سے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست انڈیا آفس نمبر ۱۰۹ ص ۲۴

(۱۳) اسی طرح لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست نمبر ۱۱۱ ص ۲۴

(۱۴) سورۃ ابراہیم آیت ۲۴

(۱۵) سورۃ الحجر آیت : ۱۹

(۱۶) سورۃ النحل آیت : ۸۹